مفہوم بیان کیا۔ بعض نے سکوت اختیار کیا۔ کسی نے لاعلمی کا اظہار کرنے کو ترجیح دی۔ آخر میں حضرت ابن عباس سے پوچھا تو جواب دیا: إِنَّمَا هُوَ أَجَلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [المعجم الكبير للطبراني ١٠٦١٦] حضرت عمر فاروق نے فرمایا: میں بھی اس کے علاوہ نہیں جانتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو دین اسلام کی تبلیغ کے لیے مبعوث فرمایا تھا۔ جب یہ کام پورا ہو گیا اور فتوحات ہوئیں، پھر لوگ جوق در جوق مسلمان ہوئے تو مشن نبوت مکمل ہو گیا۔ اب آپ ﷺ کو وفات کے لیے تیاری کا حکم فرمایا گیا۔

موجودہ حالات میں حلال و حرام کی پہچان مشکل ہو گئی ہے۔ اس طرح علمائے دین کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے۔ پہلے جنگ اسلام اور کفر کے محاذ پر تھی؛ اب مختلف قسم کے محاذ کھل گئے ہیں۔ اس لیے علماء و فقہاء کی ضرورت بڑھ گئی ہے، جو علمی رسوخ اور جذبہ تحقیق کے بغیر ممکن نہیں۔ امام بخاری، ابو داود، ترمذی اور نسائی وغیرہ نے احادیث نبویہ سے کتنے مسائل کا استنباط کیا! امام شنقیطی کی اضواء البیان کے مطالعے سے طلباء کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (٦) صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کا استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے: (صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ) لَمْ يُبَيِّنْ هُنَا مَنْ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَنْعَمَ عَلَيْهِمْ. وَبَيَّنَ ذَلِكَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ بِقَوْلِهِ: (فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا). يُؤْخَذُ مِنْ هَذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ صِحَّةُ إِمَامَةِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ؛ لِأَنَّهُ دَاخِلٌ فِيمَنْ أَمَرَنَا اللَّهُ فِي السَّبْعِ الْمَثَانِي بِأَنْ نَسْأَلَهُ أَنْ يَهْدِيَنَا صِرَاطَهُمْ. فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّ صِرَاطَهُمْ هُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ.

وَقَدْ بَيَّنَ الَّذِينَ أَنْعَمَ عَلَيْهِمْ، فَعَدَّ مِنْهُمُ الصِّدِّيقِينَ. وَقَدْ بَيَّنَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - مِنَ الصِّدِّيقِينَ، فَاتَّضَحَ أَنَّهُ دَاخِلٌ فِي الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ، الَّذِينَ أَمَرَنَا اللَّهُ أَنْ نَسْأَلَهُ الْهِدَايَةَ إِلَى صِرَاطِهِمْ، فَلَمْ يَبْقَ لَبْسٌ فِي أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ، وَأَنَّ إِمَامَتَهُ حَقٌّ. اللہ تعالیٰ ہمیں دینی فہم و بصیرت اور علمی رسوخ سے نوازے اور استنباط کی صلاحیت سے مالا مال فرمائے۔

[O][O][O][O][O][O][O][O][O][O][O][O]

اخوتِ اسلامی: قسط (۳۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روئے زمین کا افضل طبقہ

عبد الرحیم روزی

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

گزشتہ سے پیوستہ

خلیفہ اول ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخلصانہ تعاون:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی روایتی خاندانی شرافت، عالی ظرفی، فیضان رسول ﷺ کے مبارک اثر اور بے داغ خلوص و صداقت کے مطابق خلیفہ اول ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے بہترین مشیر اور سچے خیر خواہ رہے۔ مثلاً جب ابو بکر رضی اللہ عنہ ذو القصہ جانے کے لیے پابہ رکاب ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی مہار پکڑلی اور فرمایا "اے خلیفہ رسول اللہ! کدھر تشریف لے جا رہے ہیں؟ میں آپ سے وہی کہتا ہوں جو جنگ احد کے موقع پر نبی ﷺ نے فرمایا تھا: "اپنی تلوار نیام میں رکھو، ہم سب کو اپنی دائمی جدائی کا صدمہ نہ دو اور مدینہ واپس تشریف لے جاؤ! اللہ کی قسم! اگر آپ کو کوئی زخم آیا تو اسلام کا شیرازہ ہمیشہ کے لیے بکھر جائے گا۔" (البدایة والنهاية)

جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رحلت فرما گئے، تو خبر سن کر آپ کے مکان کے دروازے پر تشریف لائے، آپ کی نعش مبارک کے پاس کھڑے ہو کر ایک طویل خطبہ دیا، جو فصاحت و بلاغت کا شاہکار، اور آپ کے تعزیتی کلمات اور دلی تاثرات کے شاہد ہیں۔ اس فرمان کے بعض اقتباسات پیش خدمت ہیں:

"اے ابو بکر! اللہ آپ پر رحم فرمائے! آپ رسول اللہ ﷺ کے مونس و محبوب، معتمد راحت، اور محرم راز مشیر تھے۔ آپ سب سے پہلے اسلام لائے۔ سب سے زیادہ مخلص و مؤمن تھے۔ آپ کا یقین سب سے زیادہ مضبوط، اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے اور اس کے دین میں سب سے زیادہ بے نیاز تھے۔"

"آپ اللہ کے نبی ﷺ کے لیے آنکھ اور کان کی مانند تھے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی اس وقت تصدیق کی، جب لوگوں نے جھٹلایا، تو اللہ نے اپنے کلام میں "صدیق" کا لقب عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: **"وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ"** آپ نے رسول اللہ ﷺ کی اس وقت مدد کی جب لوگوں نے کنجوسی سے کام لیا۔ آپ اس وقت

سختیوں میں کود پڑے جب لوگ بکھرتے رہ گئے۔ اللہ آپ کو اپنے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ پہنچا دے۔ ہمیں آپ رضی اللہ عنہ کے اجر سے محروم نہ کرے۔ نہ ہی آپ کے بعد ہم گمراہ ہو جائیں۔ "إنا لله وإنا إليه راجعون"

لوگ آپ رضی اللہ عنہ کا خطبہ خاموشی سے سنتے رہے، جب ختم ہوا تو رو پڑے اور بیک آواز کہنے لگے: "ہاں" بیشک رسول اللہ ﷺ کے داماد! آپ نے سچ فرمایا" (كنز العمال، الرياض النضرة) آپ کرم اللہ وجہہ نے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اہل بیت کے ساتھ خوب محبت رکھتے تھے۔ خلافت کے ابتدائی ایام میں فرمایا: "اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے اقرباء مجھے اپنے قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے زیادہ عزیز ہیں۔" (بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر)

عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی، پھر مسجد سے باہر نکل کر ٹہلنے لگے۔ آپ نے دیکھا کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ آپ نے بڑھ کر ان کو اپنے کندھے پر اٹھالیا اور کہا" میرے والد قربان جائیں۔ "یہ بچہ نبی ﷺ کے ساتھ مشابہ ہے، علی کے ساتھ مشابہ نہیں۔" یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔ (بخاری فضائل صحابہ)

اس سے معلوم ہوا: (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تفاوت عمر کے باوجود گہرے اور بے تکلف دوست تھے۔ (۲) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ وغیرہ اہل بیت کے بچوں کے ساتھ پیار کرتے تھے۔ (۳) سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھ خوب مشابہ تھے۔ آپ کے علاوہ کئی لوگ اہل بیت میں سے رسول اللہ ﷺ سے مشابہ تھے۔ (۴) حضرت ابو بکر کی بات پر علی رضی اللہ عنہ خوش ہوئے۔ خاندان نبوت میں نام "ابو بکر" کثرت سے موسوم تھا۔ مثلاً ابو بکر محمد اصغر بن علی شہید کربلا، ابو بکر بن حسن شہید کربلا، ابو بکر بن حسین شہید کربلا، ابو بکر علی زین العابدین، ابو بکر بن موسیٰ الکاظم، ابو بکر علی الرضا، ابو بکر بن محمد مہدی، ابو بکر بن عبد اللہ بن جعفر، ابو بکر بن الحسن بن الحسن السبط وغیرہ رحمہم اللہ اجمعین۔

(تاریخ یعقوبی، بحار الانوار، مشجر الاولیاء)

یہ ایک مسلمہ معاشرتی اصول ہے کہ انسان اپنے بیٹوں، بیٹیوں، بھائیوں، بہنوں کا نام اہتمام و اعتناء کے ساتھ عقیدت، محبت وغیرہ حوالوں سے رکھتے ہیں۔ ان ناموں کے پیچھے والدین وغیرہ کی نفسیات اور جذبات چھپے نظر آتے ہیں۔ ناموں سے دین، مذہب، علاقہ اور تہذیب و اولیات کا پتہ چلایا جاسکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ

عنہ کا ارشاد ہے : "من أحب شيئا اكثر ذكره" عقلمند لوگ اپنے دشمنوں ، دین کے دشمنوں ، خاندانی دشمنوں کے نام پر پرہیز نہیں رکھتے۔ آج تک کسی نے بھول کر بھی ابولہب ، عتبہ ، اخنس جیسا نام نہیں رکھا ہے۔

خاندان علی اور خاندان ابوبکر میں مضبوط رشتے بھی تھے۔ مثلاً سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی رفیقہ حیات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پوتی حفصہ بنت عبد الرحمن تھی۔ سیدنا محمد الباقر کی رفیقہ حیات آپ کی دوسری پوتی ام فروہ قریبہ بنت قاسم بن محمد تھی، جن کے بطن سے امام جعفر صادق پیدا ہوئے۔ اُن کے بعد بھی دونوں خاندانوں میں رشتوں کا یہ سلسلہ جاری رہا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخلصانہ تعاون وروابط: آپ رضی اللہ عنہ کا تعاون وتناصح اور مخلصانہ تعامل امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بھی رہا۔ جنگ نہاوند، سفر بیت المقدس و دیگر مواقع پر زریں ہمدردانہ نصیحتوں سے نوازا، جس سے اسلام کو خوب فائدہ ہوا۔ دراصل آپ رضی اللہ عنہ اور دیگر مثالی مسلمان، تعلیمات الٰہی وتربیت نبوی کی اعلیٰ مثالیں تھے۔ جن کی نظیر ملنا تاریخ میں مشکل ہے۔ آپ، خاندان اہل بیت کا عمر اور ان کے خاندان کے ساتھ ہر وقت محبت وعقیدت ، باہمی مضبوط تعلقات وروابط ، ناموں اور مدح وثنا، سسرالی ودامادی کا مبارک سلسلہ جاری رہا۔

اس طرح عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعاون وتناصح ، پھر بعد میں دونوں خاندانوں میں قریبی تعلقات رشتہ داری وغیرہ رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح وثنا، دلآویز و دلربا انداز سے جامع کوفہ کے منبر ومحراب ہو یا میدان کشت وخون برسرعام فرماتے رہتے تھے۔ ان کے متعلق آپ کے صمیم قلب کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلے ہوئے عقیدتمندانہ کلام التراث کے پچھلے شماروں میں گزر چکے ہیں۔ دیکھئے التراث شمارہ بابت صحابہ کرام، عمر وعثمان رضی اللہ عنہم۔ لہٰذا تکرار کی ضرورت نہیں۔

کاش آج بھی علماء ، اہل رائے، سیاستدان وعوام حکومت وقت کے ساتھ اسی طرح تعاون کرتے جس طرح سیدنا علی واصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا۔

اسلامی ہجری تقویم کا مفکر: حضرت عمر کے عہد ۲۱ ہجری تک لوگ کسی حادثہ یا واقعہ کی تاریخ مختلف طریقوں سے لکھتے تھے۔ اور باقاعدہ طور پر کوئی کیلنڈر نہ تھا۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں "ایک بار آپ کے پاس کوئی چیک یا خط آیا جس میں صرف شعبان لکھا ہوا تھا، فرمایا کیونکر معلوم ہو کہ گزشتہ شعبان کا مہینہ ہے یا موجودہ ؟" روم اور ایران کی تہذیب میں یہ سلسلہ موجود تھا۔ اس بابت خلیفہ وقت نے اصحاب کرام کا شوریٰ بلایا اور مختلف آراء پیش ہوئے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مکہ سے اسلامی تقویم کی اساس قرار دی جائے۔ کیونکہ اسلامی تاریخ میں یہ دولت اسلامیہ کی اساس پکڑنے اور مسلمانوں کے لیے الگ شناخت حاصل ہونے کا نقطہ آغاز تھا۔ اس رائے کو تمام شرکاء نے پسند کرکے منظور کیا۔ اس اجلاس کی تاریخ شعبان ۱۷ ہجری مشہور ہے۔ لیکن علامہ قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ یہ اجلاس جمعرات ۳۰ جمادی الثانیہ جولائی ۶۳۸ء کو منعقد ہوا تھا۔ (رحمۃ للعالمین ۲/۳۳۱)

رسول اکرم ﷺ نے اواخر صفر المظفر، اوائل ربیع الاول میں ہجرت فرمائی تھی، لیکن عرب میں سال کا آغاز محرم سے ہوتا تھا۔ اس لیے دو مہینہ پیچھے ہٹ کر شروع سال سے سنہ ہجری قائم کیا گیا۔ یہ مقریزی کا خیال ہے۔ (دیکھئے الخطط ۱/۲۸۴، الفاروق ص ۲۷۷) لیکن قاضی صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے محرم کو اولین مہینہ مقرر کیا گیا۔" بعض نے اسے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ یا دونوں کی اجتہادی رائے قرار دی ہے، جسے صحابہ کرام نے منظور کیا۔ ان علماء کے نزدیک اس سے قبل محرم سے آغاز کرنے کا رواج نہ تھا۔ اس سے شروع کرنے میں یہ حکمت پنہاں تھی کہ محرم اشہر حرم (امن کے مہینوں) میں سے ایک ہے۔ اس مہینے تک حجاج کرام سفر حج سے اپنے گھروں میں واپس پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ اور اب تک اسلام کے ایک اہم رکن کی ادائیگی سے فارغ ہو چکے ہوتے ہیں۔ لہٰذا صحابہ کرام نے اس کو مد نظر رکھ کر منظوری دی۔

یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دور اندیشی اور عقیدہ توحید کی حمایت و بچاؤ اور اس عقیدے میں پیش آنے والے خطرات وخدشات سے احتراز واحتیاط کارفرما نظر آتا ہے۔ ان کی مجلس شوریٰ میں نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت، یوم بعثت وغیرہ کے ساتھ مربوط کرنے کی رائے بھی دی گئی، مگر اسے شرف قبولیت حاصل نہ ہوا۔ لیکن کسی نے بھی یوم وفات کو پیش ہی نہیں کیا۔ ان سب میں یہ واضح پیغام ملتا ہے کہ اسلام میں سالگرہ اور برسی جیسی چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی شخص کو مبعوث فرمانے کا مقصد اس کی زریں تعلیمات ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مقصد الٰہی کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ انہوں نے مذکورہ طریقہ اختیار کرکے اس ذریعے کو ہی ختم کیا جو بعد میں غلو اور مبالغہ کا پیش خیمہ ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ خود نبی کریم ﷺ اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم واہل بیت رضی اللہ عنہم نے زندگی میں ایک بار بھی اس قسم کا اہتمام نہیں کیا، حالانکہ وہ ہر نیکی کی طرف خوب آگے بڑھنے والے تھے۔

اس تقویم میں نیک فال اور خوشخبری کا پہلو بھی ہے کہ نسل انسانی کی تاریخ میں ایک عہد جدید کی ابتدا اور قافلہ سالارِ انسانیت ﷺ کا نقطہ آغاز ہے۔ اس میں عقیدہ توحید پر کاربند رہنے، اصولوں کو ہمیشہ سامنے رکھنے اور اس کی خاطر ہر قسم کے خطرات پر صبر و ثبات کا سبق بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے کاروانِ وفا نے مکہ مکرمہ میں کیسی کیسی مصیبتیں جھیلیں، دکھ اٹھائے؛ مگر عقیدہ صافی میں آنچ آنے نہیں دیا۔ لہٰذا اس تقویم میں نبی ﷺ کی سیرت پاک کے تابناک پہلوؤں اور اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے صبر و تحمل کی طرف اشارہ اور ان کی عظمت و رفعت کا واضح پیغام ہے۔

شہادت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر آپ رضی اللہ عنہ کے تاثرات: ترجمان القرآن، عالم و فقیہ اہل بیت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں لوگوں کے ساتھ تھا۔ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے خیر کر رہے تھے۔ امیر المؤمنین کو چارپائی پر رکھا ہوا تھا۔ اتنے میں میری توجہ ایک آدمی کی طرف مبذول ہوئی جو میرے عقب میں تھا۔ اپنی کہنی میرے مونڈھے پر رکھ کر کہہ رہا تھا: "اللہ آپ پر رحم فرمائے! بیشک میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا، کیونکہ میں رسول ﷺ کو بار بار ارشاد فرماتے ہوئے سنتا تھا: "میں اور ابو بکر و عمر تھے، میں اور ابو بکر و عمر نے کیا، میں اور ابو بکر و عمر چلے۔" لہٰذا بیشک میں یقین رکھتا تھا کہ (قبر میں بھی) آپ کو اللہ تعالیٰ ان دونوں ساتھیوں کی رفاقت نصیب فرمائے گا۔"

(بخاری، مسلم فضائل الصحابة)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہادت پاتے وقت خلافت کے لیے نامزدگی 'جنت کی خوشخبری ملنے والے خوش نصیب افراد میں منحصر کی کہ یہ چھ افراد کی انتخابی کمیٹی اپنے میں سے کسی کو خلیفہ نامزد کریں۔ البتہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو عشرہ مبشرہ میں سے ہونے کے باوجود صرف اپنے بہنوئی اور قریبی قومی رشتہ دار ہونے کی بنا پر شامل نہیں کیا کہ کہیں اقربا پروری کا لیبل نہ لگے اور رشتہ داری کا کمیٹی پر کوئی اثر نہ پڑے۔ حالانکہ وہ اوصاف اس میں بھی مکمل موجود تھے، جن کو بنیاد وعلت بنا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بار گراں کو عشرہ مبشرہ کی کمیٹی کے حوالہ کیا تھا۔ مگر آپ نے اتہام و شک کے مواقع سے بچ جانے کے حکم نبوی پر عمل کیا۔ اسی طرح آپ نے اپنے نامور عالم بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو شامل کیا نہ خلافت ان کو تفویض کی، اور اس عمل کو موروثی ہونے سے بچا لیا۔ رضی اللہ عنہ وأرضاه